علامہ خطابیؒ کے علمی آثار

——————— ڈاکٹر حاتم صالح الضامن
مترجم: مولانا سراج احمد برکت اللہ فلاحی

نام ونسب

علامہ خطابی کا پورا نام اور نسب اس طرح ہے: ابوسلیمان حمد بن محمد بن ابراہیم ابن خطاب البُستی الخطابی الشافعی۔ آپ زید بن خطاب بن نفیل العدوی کی اولاد میں سے ہیں۔ بعض مصادر میں آپ کا نام 'حمد' کے بجائے 'احمد' ملتا ہے، جو غلط ہے۔

مختصر حالات

علامہ خطابی کی ولادت کابل (جو اس وقت افغانستان کی راجدھانی ہے) سے قریب ایک شہر 'بست' میں ۳۱۹ھ میں ہوئی۔

انھوں نے عالمِ اسلام کے مختلف شہروں کا دورہ کرکے علم حاصل کیا۔ عراق کے شہر بغداد اور بصرہ، حجاز کے شہر مکہ اور خراسان کے شہر ماوراء النہر گئے۔ کئی سال نیساپور میں قیام کیا اور طالبانِ علم کے درمیان حدیث کا درس دیا۔ وہیں رہ کر اپنی کئی کتابیں تصنیف کیں۔

تجارت آپ کا ذریعۂ معاش تھا۔ زندگی کے آخری دنوں میں تصوف کی طرف میلان ہوگیا تھا۔ چنانچہ گوشہ نشین ہوگئے تھے۔ مسلکاً شافعی تھے۔

آپ کی وفات 'بُست' میں صحیح قول کے مطابق ۳۸۸ھ میں ہوئی۔[1]

اساتذہ

علامہ خطابی کے بعض مشہور اساتذہ کے نام درج ذیل ہیں:

۱- احمد بن سلیمان الحنبلی، ابوبکر، ابن النجار البغدادی (م ۳۴۸ھ)

۲- احمد بن محمد بن زیاد، ابن الأعرابی (م۳۴۰ھ)

۳- اسماعیل بن محمد، ابوعلی الصفار (م۳۴۱ھ)

۴- جعفر بن محمد، المعروف بالخلدی (م۳۴۸ھ)

۵- حسن بن حسین، ابوعلی بن أبی ہریرۃ (م۳۴۵ھ)

۶- محمد بن عبدالواحد، ابوعمر الزاھد، غلام ثعلب (م۳۴۵ھ)

۷- محمد بن علی بن اسماعیل القفّال الشاشی (م۳۶۵ھ)

۸- محمد بن یعقوب، ابوالعباس الأصمّ (م۳۴۶ھ)

تلامذہ

علامہ خطابی کے بعض مشہور تلامذہ کے نام یہ ہیں:

۱- احمد بن محمد، ابوحامد، الأسفرایینی (م۴۰۶ھ)

۲- احمد بن محمد، ابوعبید الھروی (م۴۰۱ھ)

۳- عبد بن احمد بن محمد بن عبداللہ، ابوذر الھروی (م۴۳۴ھ)

۴- حسین بن محمد الکرابیسی، ابومسعود

۵- محمد بن أحمد، ابونصر البلخی

۶- علی بن حسین السجزی

۷- جعفر بن محمد المروزی

علمی خدمات

علامہ خطابی متعدد قابل قدر کتابوں کے مصنف ہیں۔ البتہ آپ کی تصنیفات میں سے صرف چند کتابیں ہی ہم تک پہنچ سکی ہیں۔ وہ اچھے صاحبِ قلم اور ماہرِ فن عالم تھے۔ اس لیے ان کی کتابیں متعدد علوم وفنون پر مشتمل ہیں۔ وہ حدیث، فقہ، اصول فقہ اور لغت کے امام تھے۔ خاص طور سے لغت میں انھیں بڑی مہارت حاصل تھی۔ علم بیان کے اساتذہ میں آپ کا شمار تھا۔

علامہ خطابی کی صرف چند ہی کتابیں زیورِ طباعت سے آراستہ ہوسکی ہیں۔ ان کی دیگر کتابوں کے یا تو کچھ مباحث بعض مطبوعہ کتابوں میں منقول ہیں، یا اُن کا صرف نام دیگر مصادر میں ملتا ہے۔

مطبوعات

علامہ خطابی کی مطبوعہ کتابوں کی تعداد سات ہے۔ ذیل میں ان کا مختصر تعارف پیش کیا جارہا ہے:

(۱) بیان اعجاز القرآن

اس کتاب میں علامہ خطابی نے قرآن کے وجوہِ اعجاز سے بحث کی ہے اور اُن کا تفصیل سے تذکرہ کیا ہے۔ ایک جگہ انھوں نے لکھا ہے کہ بعض حضرات ایک وجہِ اعجاز 'صرفہ' کو قرار دیتے ہیں۔ یعنی قرآن جیسا کلام پیش کرنے پر انسان فطری طور پر قادر تو ہیں، لیکن اللہ تعالیٰ نے ایسا کرنے سے اُن کی ہمتیں پست کردی ہیں۔ بعض لوگوں کا خیال ہے کہ قرآن مجید میں جو پیشین گوئیاں ہیں وہ قرآن کا اصل اعجاز ہیں اور بعض دیگر لوگوں کا خیال ہے کہ قرآن مجید کا اعجاز بلاغت کے پہلو سے ہے۔ اکثر اہل علم ونظر کی یہی رائے ہے۔

علامہ خطابی نے لکھا ہے: ''قرآن مجید اس پہلو سے معجزہ ہے کہ اِس میں اعلیٰ درجہ کے فصیح الفاظ، بہت ہی حسین پیرائے میں اور بہترین نظم وترتیب کے ساتھ آئے ہیں اوران کا استعمال ان کے صحیح ترین معانی میں ہوا ہے۔ قرآن کی بلاغت کا کمال یہ ہے کہ ہر لفظ کا استعمال اس کی صحیح جگہ پر ہوا ہے''۔

یہ کتاب تین بار شائع ہوچکی ہے۔ پہلی بار عبداللہ صدیق نے قاہرہ سے ۱۳۷۲ھ/۱۹۵۳ء میں شائع کیا، دوسری اشاعت ڈاکٹر عبدالعلیم کی کوششوں سے ۱۳۷۲ھ/ ۱۹۵۳ء میں علی گڑھ سے ہوئی۔ اور تیسری بار اسے اعجازِ قرآن پر باقلاّنی اور رمّانی کے رسائل کے ساتھ 'ثلاث رسائل فی اعجاز القرآن' کے نام سے محمد خلف اللہ اور محمد زغلول سلام نے قاہرہ سے ۱۳۸۸ھ/ ۱۹۶۸ء میں شائع کیا۔

(۲) أعلام الحدیث فی شرح صحیح البخاری

یہ کتاب صحیح بخاری میں موجود مشکل الفاظ و اسماء کی شرح ہے۔ علامہ خطابی نے اس کے مقدمہ میں لکھا ہے: ''اختصار کے پیشِ نظر ہم نے غریب الفاظ کی صرف اُسی قدر تشریح پر اکتفا کیا ہے جو علما اور محدثین کے لئے ضروری تھی۔ اس میں بہت زیادہ تدقیق و تحقیق، ماہرینِ لغت کی آراء کے بیان، اشتقاق کی تفصیل اور لغوی نظائر کے ذریعہ استشہاد وغیرہ سے گریز کیا ہے۔ تاکہ کتاب ضخیم نہ ہونے پائے''۔

مزید فرماتے ہیں: ''جب میں نے بخاری کی احادیث میں موجود مشکل الفاظ کی تشریح کی ضرورت پر غور کیا تو خیال ہوا کہ اِن میں سے بعض مباحث مکمل تشریح و تفصیل کے ساتھ میری دوسری کتاب 'معالم السنن' میں آ چکے ہیں۔ اب اگر میں اُن مباحث کو اِس کتاب میں نہ دُہراؤں تو اِس کتاب کا حق ادا نہ ہو سکے گا۔ کیونکہ ممکن ہے کسی شخص کے پاس یہ کتاب تو ہو، مگر وہ کتاب نہ ہو۔ اور ایسا بھی ہو سکتا ہے کہ کوئی شخص ایک کتاب کو پڑھنا چاہے، لیکن دوسری کتاب کے مطالعہ کی اسے خواہش نہ ہو اور اگر اُن تمام مباحث کا جس کا اُس کتاب میں ذکر ہو چکا ہے یہاں اعادہ کروں تو تکرار محض ہوگا، جو عیب ہے اور اس کی وجہ سے قاری اکتاہٹ محسوس کرے گا۔ اس لیے میں نے زیادہ مناسب یہ سمجھا کہ اُس کتاب کے ضروری اور مفید مباحث کو بہت ہی ایجاز و اختصار کے ساتھ اس کتاب میں بھی ذکر کر دیا جائے۔ ساتھ ہی کچھ باتوں کا اضافہ کر دیا جائے۔ البتہ جو احادیث 'معالم السنن' میں مذکور نہیں ہیں اُن کی اس کتاب میں مکمل تشریح و توضیح کی جائے گی''۔

علامہ خطابی نے اپنی شرح میں فقہی آراء کا ذکر فقہاء کے ناموں کی صراحت کے ساتھ کیا ہے اور سببِ اختلاف بھی بیان کیا ہے۔

اِس کتاب میں کل ۱۴۰۷ احادیث اور ۱۵۴ آثار کی شرح ہے۔ علامہ خطابی نے اپنی شرح میں ۴۵۱ قرآنی آیات، ۱۲۷ اشعار، ۹ مصرعوں اور ۷۸ عربی محاوروں سے

استشہاد کیا ہے۔

یہ کتاب ڈاکٹر محمد بن سعد بن عبدالرحمٰن کی تحقیق کے ساتھ مکۃ المکرّمۃ سے ۱۴۰۸ھ/ ۱۹۸۸ء میں شائع ہوئی ہے۔

(۳) معالم السنن فی تفسیر کتاب السنن

یہ کتاب امام ابوداؤد سلیمان بن اشعث السجستانی (م۲۷۵ھ) کی مشہور کتاب 'السنن' کی شرح ہے۔ سنن ابی داؤد کا مقام و مرتبہ بیان کرتے ہوئے علامہ خطابی نے مقدمہ میں لکھا ہے: ''بلاشبہ سنن ابی داؤد بہت اہم کتاب ہے۔ علوم دینیہ (حدیث) میں ایسی کوئی کتاب اب تک نہیں لکھی گئی۔ ہر جگہ کے لوگوں کے درمیان اسے قبولِ عام حاصل ہوا۔ علما، محدثین اور فقہاء کے مختلف گروہوں میں اس کتاب کو اہم مقام حاصل ہے۔ سب اِس سے اخذ و استفادہ کرتے ہیں۔ عراق، مصر، بلاد مغرب اور دیگر بہت سے علاقوں اور شہروں کے علما اسی کتاب کو مرجع تسلیم کرتے ہیں''۔ وہ سنن ابوداؤد کے بارے میں ابن الأعرابی کا یہ قول بھی نقل کرتے ہیں: ''کہ اگر کسی شخص کے پاس صرف کتاب اللہ اور یہ کتاب یعنی سنن ابوداؤد ہو تو اسے مزید کسی چیز کی ضرورت نہیں''۔

علامہ خطابی کے بعد جن علماء نے کتب احادیث کی شرحیں لکھی ہیں، انھوں نے 'معالم السنن' کو اپنا مرجع بنایا ہے اور اس کے بکثرت حوالے دیے ہیں۔ ان میں حافظ ابن حجر، علامہ عینی، علامہ قسطلانی اور دیگر علماء خصوصیت سے قابل ذکر ہیں۔

یہ کتاب دوبار زیور طباعت سے آراستہ ہوئی ہے۔ پہلی مرتبہ محمد راغب الطباخ کی تصحیح کے ساتھ ۱۳۵۲ھ/ ۱۹۳۲ء میں حلب (شام) سے اور دوسری بار احمد محمد شاکر او رمحمد حامد الفقی کی تحقیق کے ساتھ ۱۳۶۷ھ/ ۱۹۴۸ء میں قاہرہ (مصر) سے شائع ہو چکی ہے۔

(۴) غریب الحدیث

یہ بہت عمدہ اور قابل قدر تصنیف ہے۔ اس کے شروع میں علامہ خطابی نے ایک مفصل مقدمہ لکھا ہے۔ اس میں ابتدائی تین صدیوں کے علماء اور محدثین کا مقام و

مرتبہ اور ان کی فضیلت بیان کی ہے۔ پھر بتایا ہے کہ ”جب یہ دور ختم ہو گیا اور غیر عرب علماء احادیث نقل کرنے لگے، رواۃ کی کثرت ہو گئی اور تلفظ و لغت کی غلطیاں ہونے لگیں، اس وقت علمِ حدیث میں بصیرت و مہارت رکھنے والے علما اور محدثین نے احادیث میں موجود غریب الفاظ کو جمع کیا، مشکل الفاظ کی تشریح و توضیح کی اور اُن کا صحیح مفہوم بیان کیا۔ ناقلین حدیث نے جو غلطیاں کی تھیں ان کی اصلاح کی اور اس فن پر مستقل کتابیں ترتیب دیں، اس طرح ان کی توضیحات و تشریحات ہمیشہ کے لیے محفوظ ہو گئیں“۔ آگے انھوں نے بیان کیا ہے کہ ”اس فن میں سب سے پہلی کتاب علامہ ابو عبید قاسم بن سلام کی ’غریب الحدیث‘ ہے۔ دوسری کتاب علامہ ابن قتیبہ کی ہے جو اِسی نام سے اور اِسی منہج پر لکھی گئی ہے۔

ان کتابوں میں تمام احادیث کا احاطہ نہیں ہو سکا ہے، اس لیے علامہ خطابی نے اپنی کتاب لکھی۔ انھوں نے بھی وہی منہج اپنایا جو ان کے پیش رؤوں کا ہے۔ انھوں نے وہ احادیث جن کے غریب الفاظ کی تشریح و توضیح ان دونوں کتابوں میں کی جا چکی تھی ان کا اپنی کتاب میں ذکر نہیں کیا ہے۔ الّا یہ کہ ضمناً یا بطور استشہاد ان کا تذکرہ آجائے۔ البتہ اگر علمائے متقدمین کے یہاں ایسی کوئی تشریح ملتی ہے جو ابو عبید یا ابن قتیبہ کی تشریح سے مختلف ہوتی ہے تو اس کا ذکر کرتے ہیں۔

بعد کے ادوار میں جن علما اور محدثین نے غریب الحدیث پر کتابیں لکھی ہیں، انھوں نے اِس کتاب کا، حوالہ کے ساتھ یا بلا حوالہ، بہت استفادہ کیا ہے۔ ان میں سے چند کا تذکرہ ذیل میں کیا جاتا ہے:

۱- ابو عبید الھروی (م ۴۰۱ھ) مؤلف ’الغریبین‘۔
۲- البیہقی (م ۴۵۸ھ) مؤلف ’السنن الکبریٰ‘۔
۳- زمخشری (م ۵۳۸ھ) مؤلف ’الفائق‘۔
۴- ابو موسیٰ المدینی (م ۵۸۱ھ) مؤلف ’المجموع المغیث‘۔
۵- جوزی (م ۵۹۷ھ) مؤلف ’غریب الحدیث‘۔

۶- ابن الاثیر (م۶۰۶ھ) مؤلف 'منال الطالب فی شرح طوال الغرائب' اور 'النھایۃ فی غریب الحدیث والاثر'۔

۷- ابن قدامہ المقدسی (م۶۲۰ھ) مؤلف 'قنعۃ الأریب فی تفسیر الغریب'۔

۸- ابن حجر العسقلانی (م۸۵۲ھ) مؤلف 'فتح الباری'۔

۹- العینی (م۸۵۵ھ) مؤلف 'عمدۃ القاری'۔

علامہ خطابی کی یہ کتاب 'غریب الحدیث' عبدالکریم العزباوی کی تحقیق کے ساتھ دمشق سے ۱۴۰۲ھ/۱۹۸۲ء میں شائع ہو چکی ہے۔

(۵) اصلاح غلط المحدثین

اس کتاب کا موضوع بعض اُن الفاظ کی تصحیح ہے جن کے تلفظ میں رواۃ حدیث سے غلطیاں ہوئی ہیں۔ اس میں ۱۴۳۔ ایسی احادیث زیر بحث آئی ہیں جن کے بعض الفاظ صحیح شکل میں ضبط تحریر میں لانے یا ان کے معنیٰ سمجھنے میں رواۃ سے غلطی ہوئی ہے۔ علامہ خطابی نے ان غلطیوں کی اصلاح بھی کی ہے اور ان کے صحیح تلفظ اور درست معانی بھی بتائے ہیں۔

کتاب کے مقدمہ میں اپنا منہج بیان کرتے ہوئے علامہ خطابی نے لکھا ہے:

''احادیث میں مذکور یہ چند الفاظ جو اکثر رواۃ اور محدثین کی غلطی یا تحریف کی وجہ سے کچھ سے کچھ نقل ہو گئے تھے ہم نے ان کی اصلاح کر دی ہے اور احادیث کے صحیح اور ثابت شدہ الفاظ کو بیان کر دیا ہے۔ اسی طرح بعض احادیث میں ایسے الفاظ ہیں جن میں کئی معانی کا احتمال تھا۔ ہم نے ان میں سے سب سے زیادہ واضح معنیٰ و مفہوم کو اختیار کیا ہے''۔

اس کتاب میں بہت سے اہم لغوی مباحث مذکور ہیں۔ مؤلف نے الفاظ کے بارے میں صراحت کی ہے کہ وہ مہموز ہیں یا مقصور یا ممدود، انھوں نے اِن الفاظ کا اشتقاق بھی بیان کیا ہے جن مین راویوں سے غلطی ہوئی ہے۔ اپنی رائے کی تائید میں انھوں نے دس مقامات پر قرآنی آیات اور بائیس مقامات پر عربی اشعار و اقوال سے

استشہاد کیا ہے۔

علامہ خطابیؒ کی یہ کتاب دراصل ان کی ایک دوسری اہم کتاب 'غریب الحدیث' کا ایک حصہ ہے۔ اسے انھوں نے اس کتاب سے الگ کرکے اور اس میں کچھ اضافہ کرکے مستقل کتاب بنادی ہے۔ ان کے سوانح نگاروں مثلاً یاقوت حموی، ابن خلکان اور صفدی وغیرہ نے دونوں کا الگ الگ کتابوں کی حیثیت سے ذکر کیا ہے۔

یہ کتاب دس ابواب پر مشتمل ہے۔ ان میں احادیث کے درج ذیل الفاظ کی تصحیح کی گئی ہے:

۱- احادیث کے وہ الفاظ جن میں اکثر رواۃ سے تصحیف ہوئی ہے۔

۲- وہ الفاظ جن کو ازالۂ اِشکال کے لیے مہموز (ہمزہ کے ساتھ) پڑھنا چاہیے تھا، لیکن عام رواۃ نے ایسا نہ کیا۔

۳- وہ الفاظ جنھیں تشدید کے ساتھ بیان کرنا چاہیے تھا، لیکن رواۃ نے بلا تشدید بیان کردیا ہے۔

۴- وہ الفاظ جنھیں بلا تشدید بیان کرنا چاہیے تھا، لیکن رواۃ نے انھیں تشدید کے ساتھ بیان کردیا ہے۔

۵- وہ اسماء جو بلا تشدید تھے، لیکن رواۃ نے تشدید کے ساتھ بیان کیا ہے۔

۶- وہ اسماء جن کو بلا تشدید پڑھنا چاہیے تھا، لیکن رواۃ نے الف مقصورہ کے ساتھ بیان کردیا ہے۔

۷- وہ الفاظ جنھیں الف ممدودہ کے ساتھ پڑھنا چاہیے تھا، لیکن رواۃ نے الف مقصورہ کے ساتھ بیان کردیا ہے۔

۸- وہ الفاظ جنھیں الف ممدودہ کے ساتھ پڑھنا چاہیے تھا، لیکن رواۃ نے انھیں الف مقصورہ کے ساتھ بیان کردیا ہے، جس کی وجہ سے ان کے معانی یکسر بدل گئے ہیں۔

۹- وہ الفاظ جنھیں الف مقصورہ کے ساتھ پڑھنا چاہیے تھا، لیکن رواۃ نے الف ممدودہ کے ساتھ بیان کردیا ہے۔

۱۰- وہ الفاظ جو مختلف روایات میں بدلتے رہے، لیکن اُن کے معانی نہیں بدلے۔

یہ کتاب سب سے پہلے ۱۳۵۵ھ/ ۱۹۳۶ء میں قاہرہ سے شائع ہوئی۔ پھر راقم سطور (ڈاکٹر حاتم الضامن) نے اس پر نظر ثانی اور تحقیق کی اور ۱۴۰۳ھ/ ۱۹۸۳ء میں 'مجلة المجمع العلمی' میں اس کی اشاعت ہوئی۔ پھر دو سال بعد ۱۴۰۵ھ/ ۱۹۸۵ء میں یہ کتاب بیروت سے شائع ہوئی۔ ۱۴۰۷ھ/ ۱۹۸۷ء میں یہ دمشق سے بھی شائع ہو چکی ہے۔

(۶) شأن الدعاء

اس موضوع پر بہت سے علما، مفسرین، محدثین اور ماہرین لغت و ادب نے لکھا ہے، لیکن علامہ خطابیؒ کی یہ کتاب اپنے موضوع پر ایک اہم اور بے نظیر کتاب ہے۔

یہ تین حصوں پر مشتمل ہے۔ پہلے حصہ میں دعا کا معنٰی و مفہوم اور دین میں اس کی اہمیت اور مقام بیان کیا ہے۔ یہ بحث کی ہے کہ دعا سے مصیبت ٹل جاتی ہے اور قضا و قدر کے فیصلے بھی بدل سکتے ہیں۔ اس مسئلہ میں علماء کی دو رائیں ہیں۔ بعض حضرات کہتے ہیں کہ جو کچھ قضا و قدر کا فیصلہ ہو چکا ہے، دعا سے اس میں کوئی تبدیلی نہیں ہو سکتی۔ دوسرے حضرات کا خیال ہے کہ دعا سے پریشانی دور ہوتی ہے اور مستقبل میں کوئی مصیبت آنے والی ہو تو وہ بھی ٹل جاتی ہے۔ علامہ خطابی نے دونوں گروہوں کا نقطۂ نظر بیان کرتے ہوئے مؤخر الذکر گروہ کی تائید کی ہے۔

کتاب کے اس حصے سے قضا و قدر اور دعا کے سلسلے میں پیدا ہونے والے بہت سے سوالات کا جواب مل جاتا ہے اور یہ بات اچھی طرح واضح ہو جاتی ہے کہ ایک مسلمان پر لازم ہے کہ وہ ہمیشہ اپنے معبود سے دعا اور امید کا تعلق باقی رکھے۔

دوسرے حصے میں اللہ کے ان اسماء حسنٰی کی تشریح کی گئی ہے جو حدیث میں مذکور ہیں۔ اللہ کے رسول ﷺ نے ارشاد فرمایا:

ان اللّٰہ تسعة و تسعین اسماً مائة الا واحداً من حفظها دخل الجنة و هو وتر یحب الوتر [۲]	اللہ تعالیٰ کے ننانوے نام ہیں جو انھیں یاد کر لے جنت میں جائے گا۔ اللہ ایک ہے اور وہ اسی کو پسند کرتا ہے۔

علامہ خطابیؒ نے اِن اسمائے حسنیٰ کی لغوی تحقیق کے ساتھ ان کے فقہی مدلول کی بھی وضاحت کی ہے۔

تیسرے حصے میں انھوں نے وہ ماثور دعائیں درج کی ہیں جنھیں امام بن خزیمہؒ نے ایک رسالہ میں جمع کر دیا تھا۔ علامہ خطابیؒ نے اِس رسالہ کو بعینہٖ نقل کر دیا ہے اور آخر میں 'من لواحق الدعاء' کا عنوان قائم کر کے پینتیس (۳۵) ماثور دعاؤں کا اضافہ کر دیا ہے۔

اس کتاب کی ایک اہمیت یہ بھی ہے کہ اس کے ذریعہ امام ابن خزیمہؒ کی ایک کتاب محفوظ شکل میں ہم تک پہنچی ہے۔

اس کتاب میں مصنف نے ۱۳۶ قرآنی آیات، ۱۴۸ احادیث، ۱۱ اقوال و امثال اور ۶۶ اشعار سے استشہاد کیا ہے۔

یہ کتاب احمد یوسف دقّاق کی تحقیق کے ساتھ ۱۴۰۴ھ/۱۹۸۴ء میں دمشق سے شائع ہوئی ہے۔

(۷) العزلة (گوشہ نشینی)

اس کتاب کا دوسرا نام 'الاعتصام بالعُزلة' بھی ہے۔ اس میں امام خطابیؒ نے بیان کیا ہے کہ عزلة (گوشہ نشینی) سے ان کی مراد کیا ہے؟ ایک باب میں اس موضوع پر آیات، احادیث اور آثار جمع کیے ہیں، فتنوں کا تذکرہ کیا ہے اور ان صحابہ وتابعین کا ذکر کیا ہے، جو ان سے الگ تھلگ رہے۔ اس موضوع پر بہت سے اشعار بھی نقل کیے ہیں۔

علامہ خطابی گوشہ نشینی کی حمایت کرتے ہیں۔ وہ کہتے ہیں کہ جن آیات اور احادیث میں گوشہ نشینی کی مذمت کی گئی ہے اور جماعت کو چھوڑنے سے منع کیا گیا ہے ان کا اطلاق اس صورت پر نہیں ہوتا جن کا تذکرہ انھوں نے کیا ہے۔ دونوں میں کوئی تضاد نہیں ہے۔ وہ اس کی وضاحت کرتے ہوئے کہتے ہیں: ''علیحدگی دو طرح کی ہوتی ہے۔ (۱) افکار وعقائد کا الگ الگ ہونا۔ (۲) افراد و اشخاص کا الگ الگ ہونا۔ اسی طرح اجتماعیت دو طرح کی ہوتی ہے (۱) علماء اور امراء کی اجتماعیت (۲) عوام الناس کی

اجتماعیت۔ افکار وعقائد کا الگ الگ ہونا عقلاً ممنوع اور شرعاً حرام ہے، کیونکہ اس سے گم راہی وتعطل اور بے عملی آتی ہے۔ اگر لوگوں کو آزاد چھوڑ دیا جائے تو سب کی رائے الگ الگ ہوجائے۔ یہی وہ افتراق وانتشار ہے جس کی مذمت قرآن مجید میں آئی ہے۔ یہی حکم علما اور امراء کی اجتماعیت کو چھوڑنے کا ہے کہ اس سے منع کیا گیا ہے۔ رہا عوام الناس سے علیٰحدگی کا معاملہ تو اس کی مذمت نہیں کی گئی ہے، بلکہ وہ ضرورت اور مصلحت کے تابع ہے۔ اگر ضرورت متقاضی ہو تو ایسا کرنا جائز ہوگا''۔ وہ مزید کہتے ہیں ''جس گوشہ نشینی کے ہم قائل ہیں اس کا مقصود یہ نہیں ہے کہ لوگوں کی مجلسوں اور جمعہ کی نمازوں سے علیٰحدگی اختیار کرلی جائے، حقوق العباد سے بے توجہی برتی جائے، لوگوں کے سلام کا جواب نہ دیا جائے اور ان کے جو حقوق وفرائض عائد ہوتے ہیں انھیں نہ ادا کیا جائے۔ گوشہ نشینی سے ہماری مراد یہ ہے کہ فضول صحبت نہ ہو، غیر ضروری مجلسوں سے احتراز کیا جائے اور بلا ضرورت لوگوں سے ملنا جلنا نہ ہو''۔

یہ کتاب قاہرہ سے دوبار شائع ہوئی ہے۔ پہلی بار ۱۳۵۲ھ/ ۱۹۳۳ء میں، دوسری بار ۱۳۸۵ھ/ ۱۹۶۵ء میں۔ اس کا تیسرا ایڈیشن یاسین محمد السوّاس کی تحقیق کے ساتھ دمشق سے ۱۴۰۷ھ/ ۱۹۸۷ء میں شائع ہوا ہے۔

دیگر تصانیف

علامہ خطابی کی وہ کتابیں جن کے بعض اقتباسات دوسری کتابوں میں منقول ہیں، درج ذیل ہیں:

۱- تفسیر اللغۃ التی فی مختصر المزنی۔

اس میں فقہ شافعی پر لکھی گئی مشہور کتاب 'مختصر المزنی' کی لغات کی تشریح ہے۔ اس کا ایک اقتباس علامہ سبکی نے اپنی کتاب 'طبقات الشافعیۃ الکبریٰ' میں دیا ہے۔[۴۳]

۲- شعار الدین فی اصول الدین۔

اس کے اقتباسات علامہ ابن تیمیہؒ نے اپنی کتاب 'تلبیس الجھمیۃ' میں دیے ہیں۔[۴۴]

۳- الغنیۃ عن الکلام وأھلہ۔

اس کے اقتباسات بھی علامہ ابن تیمیہؒ نے اپنی کتاب تلبیس الجھمیۃ میں دیے ہیں۔۵ے

علامہ خطابی کی کچھ ایسی کتابیں بھی ہیں جو دستیاب نہیں اور غالباً حوادث زمانہ کی نذر ہوگئیں۔ اب اُن کا ذکر صرف کتبِ تراجم میں ملتا ہے۔ وہ یہ ہیں۔

۱-الجھاد ۲-دلائل النبوۃ ۳-السراج ۴-الشجاج ۵-العروس ۶-علم الحدیث۔

خطابی علماء کی نظر میں

علامہ خطابی کے بارے میں علما نے بہت اچھے خیالات کا اظہار کیا ہے۔ سطور ذیل میں چند اقوال نقل کیے جا رہے ہیں، جن سے ان کی عظمت کا صحیح اندازہ ہو سکے گا۔

ثعالبیؒ کہتے ہیں: ''علم و ادب، تقوی و پرہیزگاری اور تدریس و تالیف میں ان کا ہمارے زمانہ میں وہی مقام ہے جو علامہ ابوعبید قاسم بن سلام کا ان کے زمانے میں تھا۔ البتہ خطابی اشعار بھی کہتے تھے اور ابوعبید نے کبھی شعر گوئی نہیں کی''۔۶ے

سمعانی فرماتے ہیں: ''وہ امام، فاضل، جلیل القدر، بڑے شان و مرتبہ اور وقیع تصانیف والے تھے''۔۷ے

ابوطاہر سلفی نے لکھا ہے: ''سنن ابی داؤد کے شارح ابوسلیمان (خطابی) کی تصانیف، ان کے تحقیقی نکات اور علمی کاوشوں کا جب کسی مصنف کو علم ہوتا ہے تو وہ تسلیم کر لیتا ہے کہ وہ اپنے زمانے کے امام تھے۔ انھوں نے اپنی تصانیف میں پوری امانت و دیانت کا ثبوت دیا ہے۔ حدیث اور دیگر علوم کے حصول کے لیے انھوں نے بکثرت سفر کیے، پھر مختلف علوم و فنون پر مشتمل کتابیں تحریر کیں''۔۸ے

ابن جوزی فرماتے ہیں: ''وہ تیز فہم، بے پناہ علم، لغت و معانی کی معرفت اور فقہی بصیرت رکھنے والے تھے، ان کے اشعار بھی بہت عمدہ ہیں''۔۹ے

یاقوت حموی کا قول ہے: ''وہ محدث، فقیہ، ادیب، شاعر اور ماہر لغت تھے''۔۱۰ے

علامہ سبکی کہتے ہیں: ''وہ فقہ، حدیث اور لغت کے امام تھے''۔ ۱۱

امام ابن کثیر کا قول ہے: ''ان کا شمار مشہور ائمہ اور کثیر الاجتہاد فقہاء میں ہوتا ہے۔ ان کے اساتذہ کی تعداد بہت ہے اور ان کی متعدد قابل قدر تصانیف ہیں۔ وہ تیز فہم، بڑے صاحب علم، لغت و معانی کی معرفت اور فقہی بصیرت رکھتے تھے''۔ ۱۲

علامہ فیروز آبادی کہتے ہیں: ''وہ محدث، ماہر لغت، ادیب اور عظیم محقق تھے۔ ان کا شمار مشہور ائمہ میں ہوتا ہے''۔ ۱۳

علامہ ذہبی نے لکھا ہے: ''وہ امام، علامہ، محدث، تحصیل علم کے لیے بکثرت سفر کرنے والے اور کئی کتابوں کے مصنف ہیں''۔ ۱۴

ابن عماد کہتے ہیں: ''وہ اپنے زمانے میں علم کے جامع، حافظ اور فقیہ تھے۔ اپنے ہم عصر علما میں نمایاں مقام رکھتے تھے''۔ ۱۵

شاعری

علامہ خطابی شعر بھی کہتے تھے۔ ان کے اشعار سے ان کا خلوص، زہد، جذبۂ ایثار اور لوگوں سے حُسنِ سلوک اور ان کے لیے خیر خواہی جھلکتی ہے۔ ان میں زندگی اور اس کے مسائل اور انسانوں سے تعلقات و معاملات پر اظہار خیال کیا گیا ہے۔

ان کے اشعار سے بخوبی معلوم کیا جا سکتا ہے کہ زندگی کے بارے میں ان کے سوچنے کا انداز کیا تھا؟ ان سے پتا چلتا ہے کہ وہ خاموش طبیعت کے مالک تھے، شور و شغب اور ہنگاموں سے دور رہنا پسند کرتے تھے۔ کائنات اور زندگی کے بارے میں ہمہ وقت تفکر کرتے رہتے تھے۔

ان کے اشعار کی خوبی یہ ہے کہ ان میں حسین تعبیرات اور خوب صورت منظر کشی پائی جاتی ہے۔ ان کے اسلوب پر زہد اور تقشّف کا رنگ غالب ہے۔

اختصار کے پیشِ نظر یہاں ان کے صرف دو اشعار نقل کیے جا رہے ہیں۔ ۱۶

۱- مادمت حیاً فدار الناس کلھم　　فانما انت فی دار المداراۃ

من یدر داری ومن لم یدر سوف یری　　عما قلیلٍ ندیما للندامات　۱۷

جب تک تمھاری زندگی باقی رہے، تمام لوگوں سے حسنِ سلوک کرتے رہو، کیونکہ یہ دنیا جس میں تم رہ رہے ہو حُسن سلوک کرنے کی جگہ ہے۔ جو شخص اِس حقیقت کو پالیتا ہے وہ ایسا ہی کرتا ہے اور جسے اس کا شعور نہیں ہوتا اور وہ حُسنِ سلوک نہیں کرتا تو وہ عن قریب بہت شرمندگی اٹھائے گا۔

۲- شر السباع العوادی دونه وزر ۔۔۔ والناس شرهم مادونه وزر

کم معشر سلموا لم یوذهم سبع ۔۔۔ ومانری بشراً لم یوذہ بشرٌ [۱۸]

خوف ناک درندوں کے خطرے سے بچا جا سکتا ہے، لیکن برے لوگوں کے شر سے بچنے کے لیے کوئی جائے پناہ نہیں ۔ کتنے ایسے لوگ ہیں جو درندوں کے شر سے محفوظ رہے، لیکن ہم نے ایسا کسی کو نہیں پایا جو کسی دوسرے انسان کے شر سے محفوظ رہا ہو۔[۱۸]

حواشی ومراجع

۱۔ علامہ خطابی کی حیات اور علمی خدمات کے لیے درج ذیل مصادر ملاحظہ کیجیے: یتیمۃ الدہر:۴/۳۳۴،طبقات فقہاء الشافعیۃ :۹۴،الأنساب:۵/ ۱۵۸،فہرسۃ ابن خیر: ۲۰۱، المنتظم: ۶/ ۲۶۸، معجم الأدباء: ۴/ ۲۴۶ اور ۱۰/ ۲۶۸، اللباب فی تہذیب الأنساب: ۱/۴۵۲، إنباہ الرواۃ: ۱/ ۱۲۵، وفیات الأعیان: ۲/۲۱۴، تذکرۃ الحفاظ: ۹/ ۱۰، سیر أعلام النبلاء: ۱۷/۲۳، العبر فی خبر من غبر: ۳/ ۳۹، برنامج الوادی اشی: ۲۱۶، الوافی بالوفیات:۷/ ۳۱۷، مرأۃ الجنان: ۲/ ۴۳۵، طبقات الشافعیۃ للسبکی: ۳/۲۸۲، طبقات الشافعیۃ للأسنوی: ۱/ ۴۶۷، البدایۃ والنہایۃ :۱۱/ ۲۳۶، الوفیات لإبن قنفذ: ۲۲۲، البلغۃ فی تاریخ ائمۃ اللغۃ: ۷۳، طبقات الشافعیۃ لإ بن قاضی شہبۃ: ۱/۱۴۰، طبقات النحاۃ واللغویین: ۱۹۱، ۵۸۵، النجوم الزاہرۃ: ۴/ ۱۱۹، بغیۃ الوعاۃ: ۱/ ۵۴۶، طبقاۃ الحفاظ: ۴۰۳، مفتاح السعادۃ: ۲/ ۱۴۶، کشف الظنون: ۱/ ۱۰۸، شذرات الذھب:۳/ ۱۲۷،خزانۃ الأدب:۱/ ۲۸۲، الأعلام :۲/ ۳۰۴،تاریخ الأدب العربی لبروکلمان:۳/ ۲۱۲،تاریخ التراث العربی: ۱/ ۴۲۷،معجم المؤلفین:۴/ ۷۴۔

۲۔ صحیح مسلم، کتاب الذکر والدعا والتوبۃ والاستغفار، باب فی أسماء اللّٰہ تعالیٰ وفضل من احصاہا۔

۳۔ ملاحظہ کیجیے: طبقات الشافعیۃ الکبریٰ، تاج الدین السبکی، طبع مصر۱۹۶۴-۱۹۷۶ء، ۳/۲۹۰

۴۔ بیان تلبیس الجہمیۃ، ابن تیمیہ، تصحیح محمد بن عبدالرحمٰن بن قاسم، مکہ مکرمۃ ۱۳۹۱ھ، ۱/ ۲۴۹ تا ۲۵۰۔

۵۔ ایضاً، ۱/۲۵۱-۲۵۲۔

۶۔ یتیمۃ الدھر، ثعالبی، تحقیق محمد محی الدین عبدالحمید، مطبعۃ السعادۃ مصر، ۱۹۵۶ء، ۴/۳۳۴۔

۷۔ الأنساب، ابوسعد عبدالکریم بن محمد بن منصور التمیمی السمعانی (م۵۶۲ھ/ ۱۱۶۶ء) تحقیق: شیخ عبدالرحمان بن یحییٰ الیمانی، دائرۃ المعارف العثمانیہ حیدرآباد دکن، ۱۳۸۵ھ/ ۱۹۶۶ء، ۵/۱۵۹۔

۸۔ مقدمۃ الحافظ الکبیر ابی طاہر السّلفی، م ۵۷۶ھ، معالم السنن: خطابی، تحقیق احمد محمد شاکر ومحمد حامد الفقی، قاہرہ ۱۹۴۸ء، ۴/ ۳۷۵۔

۹۔ المنتظم: ۶/ ۲۶۸۔

۱۰۔ معجم الأدباء: یاقوت الحموی، مطبعۃ دار المأمون مصر، ۱۹۳۶ء، ۴/ ۲۴۶۔

۱۱۔ طبقات الشافعیۃ الکبریٰ، سبکی، ۳/۲۸۲۔

۱۲۔ البدایۃ والنھایۃ، ابوالفداء حافظ ابن کثیر، (م۷۷۴ھ)، دارالریان للتراث قاہرہ، ۱۴۰۸ھ/ ۱۹۸۸ء، ۱۱/ ۳۴۶۔

۱۳۔ البلغۃ فی تاریخ الأئمۃ: ۷۳۔

۱۴۔ تذکرۃ الحفاظ، ۳/ ۱۰۱۸۔

۱۵۔ شذرات الذھب، ابن عماد الحنبلی، مکتبۃ القدسی، قاہرہ، ۱۳۵۰ھ، ۳/ ۱۲۸۔

۱۶۔ خطابی کے مزید اشعار کے لیے دیکھیے: یتیمۃ الدھر: ۴/ ۳۳۵، معجم الادباء: ۴/ ۲۵۸، وفیات الأعیان: ۲/۲۱۶، الآداب: ۱۰۴، طبقات الشافعیۃ الکبریٰ: ۳/۲۸۴۔

۱۷۔ معجم الأدباء، ۴/ ۲۵۸۔

۱۸۔ ایضاً

(آفاق الثقافۃ والتراث، دبئ، جلد۹، شمارہ ۳۳، محرم ۱۴۲۲ھ/ اپریل ۲۰۰۱ء)